سہ ماہی
فیضانِ ادب
ایک بین الاقوامی علمی، ادبی اور تحقیقی جریدہ
جلد نمبر 1
شمارہ 3و4
جولائی تا دسمبر 2016
مدیر
فیضان حیدر
ادارہ تحقیقات اردو و فارسی، پورہ معروف، کرتھی جعفرپور، مئو، یوپی 275305

فہرست

تحقیق و تنقید

مئو کے عربی شعرا پر ایک نظر

عبدالمغیث

مئو صوبہ اتر پردیش کا ایک مشہور و معروف صنعتی شہر ہے۔ اس کی شمالی سرحد پر گھا گھرا ندی اور شہر کے درمیان سے دریائے ٹونس گزرتی ہے۔ ترکی زبان میں لفظ مئو کے معنی چھاؤنی یا پڑاؤ کے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ پہلے کبھی یہاں ایک نٹ رہا کرتا تھا جو یہاں کے لوگوں پر ظلم ڈھاتا اور تنگ کرتا تھا۔ شہر کی ایک عظیم شخصیت ملک طاہر بابا نے اس کی ظالمانہ کرتوتوں کی وجہ سے اس کو شہر چھوڑنے کو کہا لیکن نٹ اس شرط پر راضی ہوا کہ کشتی کا مقابلہ ہو، جو ہار جائے شہر چھوڑ دے۔ چنانچہ مقابلہ ہوا، ملک طاہر بابا کو کامیابی ملی اور نٹ کو شہر چھوڑنا پڑا۔ اس طرح سے شہر کا نام مئو نٹ بھنجن (چھاؤنی جہاں نٹ کا بھنجن یعنی ناش ہوا) پڑا جو آگے چل کر مئو ناتھ بھنجن ہو گیا۔

مئو شہر علمی، تاریخی اور تجارتی تمام صفات کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ اس شہر میں جو نامور علما پیدا ہوئے انھوں نے علم دین کا فریضہ ادا کرنے کے ساتھ عربی شعر و ادب کے سلسلے میں بھی بیش بہا خدمات انجام دی ہیں اور اس شہر کا نام روشن کیا ہے۔ مئو کے چند عربی شعرا کا اجمالی تعارف پیش کیا جا رہا ہے۔

مولانا انوار الحق مئوی:

انوار الحق بن عبد الغفار مئوی ۱۳۱۳ھ میں قصبہ مئو میں پیدا ہوئے۔ آپ کی پیدائش ایک علمی گھرانے میں ہوئی۔ والد ماجد مولانا عبد الغفار مئوی کا شمار سر برآوردہ علما میں ہوتا تھا۔ اس کا اثر مولانا انوار الحق پر بھی پڑا اور بہت جلد ابتدائی تعلیم سے فراغت ہو گئی اور مئو کی مشہور درسگاہ دار العلوم میں داخل ہو گئے۔ یہاں مختلف علوم و فنون کی تحصیل کی اور اعلیٰ تعلیم کے لیے دار العلوم دیوبند گئے، وہاں انور شاہ کشمیری، علامہ شبیر احمد عثمانی اور دوسرے اساتذہ سے علم حدیث کی تکمیل کی۔ فراغت کے بعد مدرسہ عزیزیہ بہار میں ادب کے استاد کی حیثیت سے تدریسی خدمات انجام دیں۔ بالآخر مدرسہ عزیزیہ میں ہی بیماری کے شکار ہوئے اور مرض کی شدت کے سبب عین جوانی میں ہی ۱۳۴۱ھ میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

مولانا انوار الحق مرحوم بڑے ذی صلاحیت عالم تھے۔ حافظہ نہایت قوی تھا، عربی اور فارسی کے اشعار برجستہ کہتے تھے، تصنیف و تالیف سے بھی دلچسپی تھی۔ ان کا ۱۸/ اشعار پر مشتمل ایک قصیدہ ملتا ہے جو انھوں نے اپنے والد مولانا عبد الغفار مئوی کی وفات پر کہا تھا۔ اس کے چند اشعار درج ذیل ہیں: (1)

لقد غاب عنی ابی و امانی — وشیخی و استاذ اهل الزمان

فقیه جلیل ادیب طبیب — تسابق اقرانه فی الرهان

وکل ابن انثی وان عاش دهرا — لکنه لا اهالک فانی

ابی یا ابی قد رثیت ضریحا　　به روضة من ریاض الجنان

مولانا حبیب الرحمن الاعظمی:

مولانا ابوالمآثر حبیب الرحمن الاعظمی کا شمار فقہ، تفسیر اور حدیث کے عظیم علما میں ہوتا ہے۔ آپ کی پیدائش یوپی کے قصبہ مئو میں ۱۹۰۱ء میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی اور فقہ و حدیث کی اعلیٰ تعلیم کے لیے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ ۱۹۲۰ء میں علوم اسلامیہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد انور شاہ کشمیری، شبیر احمد عثمانی، مولانا کریم بخش سنبھلی جیسے عظیم علما سے حدیث اور تفسیر میں اجازت حاصل کی۔ انھوں نے اپنی تدریسی خدمات کی شروعات دارالعلوم مئو سے کی پھر جامعہ مظہر العلوم بنارس چلے گئے۔ ۱۹۴۹ھ میں مفتاح العلوم مئو میں استاذ حدیث و تفسیر کے لیے بلائے گئے اور ۲۲ سال تک حدیث کا درس دیا۔ لیکن کچھ نامساعد حالات کی بنا پر مفتاح العلوم چھوڑ دیا اور 'المعہد العالی' کے نام سے حدیث کی تحقیق کے لیے ریسرچ سینٹر قائم کیا۔ ایک مدرسہ بھی مرقاۃ العلوم کے نام سے قائم کیا اور آخری عمر تک اس مدرسہ میں معلم حدیث کی حیثیت سے تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ آج بھی یہ مدرسہ اپنی علمی روشنی بکھیر رہا ہے۔ آپ کی وفات ۱۹۹۲ء میں ہوئی۔

مولانا عربی، اردو، فارسی تینوں زبانوں میں اشعار کہتے تھے۔ ان کی بہت سی تخلیقات موجود ہیں۔ انھوں نے اپنی ابتدائی تعلیم کے زمانے سے ہی عربی اشعار کہنے شروع کر دیے تھے۔ جب وہ پہلی مرتبہ دیوبند تشریف لے گئے اس وقت انھوں نے اپنے ایک استاد مولانا فیض الحسن فیضی کو عربی میں ایک مکتوب لکھا اور اس میں یہ تین اشعار ذکر فرمائے:

فلیت لایام اللقاء معادة　　علی والفیت الاحبة فی جنبی

(کاش ملاقات کے دن میرے اوپر پھر لوٹ کر آتے اور پیاروں کو میں اپنے پہلو میں پاتا۔)

و لاسی ایاما الاقی بھا حبا　　براء سوی نقض العھود من الذنب

(اور خاص کر وہ ایام جن میں میری ایسے محبوب سے ملاقات ہوتی جس کا عہد شکنی کے سوا کوئی گناہ نہیں۔)

حدیث حبیبی فی الفواد له برد　　و رویته عن حلو عیشتنا تنبی

(میرے محبوب کی گفتگو دل کی ٹھنڈک ہوتی ہے اور اس کی دید بہتر زندگی کی خبر دیتی ہے۔)

یہ اشعار اس وقت کے ہیں جب ان کی عمر ۱۹ سال تھی۔ اس وقت مولانا نے ۱۱۳ اشعار پر مشتمل ایک اور نظم لکھی تھی جس کا عنوان "تھنیة العید" ہے۔ جو ممکن ہے کہ درج بالا اشعار سے بھی پہلے کہی ہو۔ اس نظم کے چند اشعار درج ذیل ہیں:

ھنیئاً لکم عید اظل علیکم　　ھنیئا نجوم السعد اذ ذاک طلع

تم کو عید کی آمد مبارک ہو! تم کو سعد کے طلوع ہونے والے ستارے مبارک ہوں!

فجاء بافراح و بهجة انفس یفرج عن حبی الهموم و یقلع

عیدا پنے ساتھ خوشی اور نفس کی تازگی لائی، جو میرے محبوب سے غموں کو دور کرتی ہے۔

اس نظم کے خاتمہ پر لکھا ہے ''کتبته الی صدیقی المولوی فیض الحسن و انا ذاک متعلم فی دار العلوم الدیوبندیة و سنی تسع عشرة سنة'' یعنی 'یہ نظم میں نے اپنے دوست مولوی فیض الحسن کو اس وقت لکھی جب میں دار العلوم دیو بند میں متعلم تھا اور میرا سن ۱۹ برس تھا۔' اس کے علاوہ بھی مولانا نے بہت سے مرثیے اپنے اساتذہ اور دیگر اصحاب کی وفات پر کہے ہیں۔

مولانا عبداللہ شائقؒ:

عبداللہ شائق بن محمد اسماعیل بن حاجی عبدالقادر بن عبداللہ مئوی ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۰۹ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مکمل کرنے کے بعد علوم عربیہ کی متداولہ تحصیل مختلف اساتذہ سے کی، جن میں مولانا عبدالرشید کانپوری، مولانا شاہ عین الحق پھلواری، مولانا حافظ عبدالمنان اور مولانا محمد فاروق چڑیا کوٹی بڑی مقبولیت کے حامل ہیں۔ مولانا نے مسجد چنیاں والی لاہور کے مدرسے سے تدریسی سلسلے کا آغاز کیا۔ ۱۳۳۳ھ میں اپنے آبائی وطن قصبہ مئو کے مدرسہ فیض عام میں استاد مقرر ہوئے اور یہاں تقریباً ۱۳۵۶ھ تک درس و تدریس کی خدمات انجام دیتے رہے۔ مولانا نے ۱۳۷۴ھ میں دار الحدیث کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا اور زندگی کے آخری لمحات تک اس مدرسے کی تنظیم و ترقی میں لگے رہے، چنانچہ مدرسہ بہت جلد ہی ترقی پر پہنچ گیا اور ممتاز مدرسوں کی فہرست میں شمار ہونے لگا۔ مولانا کی وفات ۱۳۹۴ھ میں ہوئی۔

مولانا اچھے شاعر تھے اور نظم کی جملہ اصناف پر قادر تھے۔ آپ کا تخلص 'شائق' تھا۔ اردو، عربی، فارسی تینوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ مولانا نے ایک قصیدہ ابوالقاسم سیف بناری کی وفات پر کہا تھا جس کے چند اشعار درج ذیل ہیں:

جرت العیون بماء ها و تتابعت حتی اضمحل سعادها ذوالقار

صلی الالٰه علی الصفی محمد وسقی الغوادی قبره و الساری

قد کان من اعضاء ملة احمد وحماة دین القاهر الجبار

مولانا کا ۱۵ اشعار پر مشتمل ایک اور قصیدہ ملتا ہے جو انھوں سامرودی نام کے شخص کی ہجو میں لکھا تھا۔ سامرودی نے ثناء اللہ نامی شخص کو برا بھلا کہا تھا۔ اس قصیدے کے چند اشعار پیش کیے جا رہے ہیں:

یقولون ان السامرودی ماهر فقلت ا فی التلبیس ام فی الشناءة

یسب ثناء الله من غیر ریبة کسب لئیم مفسد فی البطالة

یکفره و الله یعلم انه رسول رسول الله طود الهدایة

مولانا عبدالرحمن آزادؒ:

والد کا نام عبدالرزاق ہے۔ آپ کی ولادت قصبہ مئو میں ۱۲۹۵ھ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم مقامی اساتذہ سے حاصل کی۔ اس کے بعد چشمہ رحمت غازیپور میں داخل ہوئے اور مولانا فاروق چریا کوٹی، مولانا عبداللہ غازیپوری اور مولانا عبدالرحمن غازیپوری سے درس نظامیہ کے اکثر حصہ کی تحصیل کی۔ بعد ازاں جامع العلوم کانپور چلے گئے اور وہاں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی اور مولانا احمد حسن کانپوری وغیرہ سے نصاب کی بقیہ کتابیں پڑھیں۔ حدیث کی سند اپنے زمانہ کے مشہور محدث مولانا سید نظیر حسین دہلوی سے حاصل کی۔ فراغت کے بعد ۱۳۱۴ھ میں دربھنگہ کے کسی مدرسہ میں استاذ مقرر ہوئے۔ اس کے بعد آسنسول اور کلکتہ میں درس وتدریس کی خدمت انجام دی۔ ۱۳۵۷ھ میں مئو میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

مولانا کو شعر و ادب میں کامل درک حاصل تھا اور شعر گوئی کا ملکہ آپ میں بطریق احسن موجود تھا۔ آپ کے قصیدہ بانت سعاد کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ آپ نے ۱۳۳۷ھ میں ایک قصیدہ حافظ عبدالمنان کی وفات پر لکھا تھا جس کے چند اشعار درج ذیل ہیں:

الناس قد فقدوا ذکیا فاضلا　　متفرد الامثال و الاقران
قد کان بحرا فی العلوم اصولها　　و فروعها و مدرسا لا ثانی
اثنی علیه الناس خیرا کلهم　　و اولئک الاشهاد للرحمن

مولانا محمد علی ابوالمکارم:

آپ کے والد کا نام فیض اللہ تھا اور ولادت ۱۳۰۸ھ میں قصبہ مئو میں ہوئی۔ ابتدائی کتب ملا حسام الدین مئوی سے پڑھیں، بعد ازاں چشمہ رحمت میں داخلہ لیا اور مولانا حافظ عبداللہ غازیپوری اور دیگر اساتذہ سے درس نظامی کی تکمیل کی۔ حدیث کی تعلیم مولانا سید نذیر حسین دہلوی سے حاصل کی۔ علوم عربیہ کی تکمیل کے بعد حکیم سید عبدالحفیظ دہلوی سے طب وحکمت کی تحصیل کی۔ ۷ رجب ۱۳۵۲ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ آپ کے مختلف موضوع پر بہت سے رسالے ہیں جن میں سے چند کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ زینت الجیش بخلافة القریش
۲۔ البحث القوی عن سیرة النبی
۳۔ الجواب الاصواب عن مسئلة الخطبة بغیر لسان العرب
۴۔ الجواب السدید عن مقالات اهل التقلید
۵۔ عمدة التحقیق فی اثبات الضحایا الی آخر ایام التشریق
۶۔ الروض الازهر فی منافع الدهن الاحمر
۷۔ الجواب الاسنی عن مسئلة المصافحة بالید الیمنی

مولانا اپنے زمانے کے معتبر عربی شعرا میں شمار کیے جاتے ہیں۔ آپ میں شعر کہنے کی صلاحیت بدرجہ

اتم موجود تھی۔ مولانا نے سبع معلقات پر اپنی لغوی و معنوی تحقیقی تعلیقات بھی لگائی ہیں۔ آپ کی شاعری کا ایک نمونہ درج ذیل ہے:

کتاب لو تراہ بعین فھم　　رایت الحق فیھا بلا حجاب
کتاب ناطق بلسان حال　　بانی کامل فی کل باب
وانی غالب فی کل بحث　　باسکات المخالف بالجواب

☆☆☆☆☆

کتابیات:

۱۔ اعظمی، حبیب الرحمن، تذکرہ علمائے اعظم گڑھ، سہارنپور، مرکز دعوت و تحقیق، ۲۰۱۲ء
۲۔ الاعظمی، نثار احمد، ریحانۃ النثر والشعراء، لکھنو، کاکوری آفس پریس، ۲۰۱۰ء
۳۔ ابوالحسن، ضیاء الایمان، کانپور، دار التعلیم والصنعت، سنہ ندارد
۴۔ الاعظمی، ڈاکٹر مسعود احمد، حیات ابوالماثر، مئو، المجمع العلمی، ۲۰۰۰ء

☆☆☆☆☆

Abdul Moghis
Research Scholar, Dept. of Arabic,
Banaras Hindu University, Varanasi 221005
Mob. 8188807656,
E-Mail: almughees92@gmail.com